مکرم ڈاکٹر حبیب الرحمان صاحب

طاعون کا نشان ۔ اعداد و شمار کے آئینہ میں

طاعون کی وجہ ایک بیکٹیریا ہے جو پسوؤں کے ذریعے چوہوں سے انسانوں میں منتقل ہوتا ہے۔ طاعون کی تین اقسام ہیں:

☆Bubonic Plague جس میں تیز بخار کے ساتھ بغلوں اور رانوں کے اوپر کے حصے میں غدود گلٹیوں کی صورت میں بڑھ جاتے ہیں۔

☆Pneumonic Plague جس میں طاعون کا کیڑا پھیپھڑوں کو متاثر کرتا ہے اور نمونیہ کے ساتھ تیز بخار ہوتا ہے۔

☆Septicemic Plague جس میں طاعون کا کیڑا خون میں انفیکشن کرتا ہے اور انسان تیز بخار کے بعد موت کا رخ کرتا ہے۔

اگرچہ دنیا میں پہلے بھی وقتاً فوقتاً طاعون کی وباء پھیلتی رہی ہے۔ 1894ء میں پہلی بار سوئٹزرلینڈ کے ایک سائنسدان Alexandre Yersin نے طاعون کا کیڑا دریافت کیا۔ اس کے کچھ ہی عرصے کے بعد Hygeine Institute Tokyo کے Masanori Ogata نے ثابت کیا کہ طاعون زدہ چوہوں پر خون چوسنے والے پسو اپنے اندر طاعون کا کیڑا رکھتے ہیں۔ 1897ء میں Paul-Louis Simon نے ثابت کیا کہ یہ پسو انسانوں میں طاعون کے پھیلانے کا باعث ہیں۔

6 فروری 1898ء کو حضرت مسیح موعود نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پاکر طاعون کے بارے میں ایک اشتہار شائع کیا۔ اس میں آپ نے فرمایا:

آج جو 6 فروری 1898ء روز یکشنبہ ہے میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔ میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔ میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلے گا یا یہ کہا کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلے گا لیکن نہایت خوفناک نمونہ تھا جو میں نے دیکھا۔

حضرت مسیح موعود نے اس سے بہت پہلے بھی جب طاعون کا کوئی نام و نشان نہ تھا طاعون کی پیشگوئی کی تھی اور پھر ہر پانچ برس بعد اس کے متعلق کوئی نہ کوئی خبر بھی دیتے رہے۔

ہندوستان میں طاعون 1896ء میں غالباً ہانگ کانگ سے آئی۔ طاعون کی شدت سب سے زیادہ بمبئی، پنجاب اور متحدہ صوبہ جات میں دیکھی گئی جبکہ مشرقی اور جنوبی ہندوستان بری طرح سے متاثر نہیں ہوئے۔ گو طاعون کا سب سے زیادہ زور پنجاب میں تھا دنیا کے دوسرے ممالک بھی اس کی گرفت سے نہ بچ سکے۔ ہندوستان کے بعد طاعون جاوا، جاپان، جنوب مغربی ایشیا، جنوبی افریقہ، جنوبی اور شمالی امریکہ کے ساحل، پرتگال، آسٹریا اور روس کے کچھ حصوں میں پھیل گئی۔ اندازے کے مطابق طاعون نے 26 کروڑ افراد کو متاثر کیا اور 12 کروڑ سے زیادہ اموات ہوئیں جن میں سے زیادہ تر ہندوستان میں ہوئیں۔

طاعون کی تباہی کا اندازہ 1903ء میں برطانیہ کے دارالعوام میں ہندوستان میں طاعون سے بچاؤ کی بحث سے ہوتا ہے۔ Ilkeston, Derbyshire کے ممبر پارلیمنٹ Sir Walter Foster نے Secretary of State for India, Lord George Hamilton سے سوال کیا کہ 1896ء سے ہر سال طاعون ایک اضافی زہریلی صفت کے ساتھ لوٹ کر آتی ہے چنانچہ پچھلے مارچ اور اپریل کے دوران اس بیماری کی وجہ سے روزانہ اوسطاً چار سے پانچ ہزار کے درمیان اموات ہو رہی ہیں۔ حکومت کیا اقدام کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تا اس بیماری کی تباہی سے بچاؤ ہو اور دوسرے ممالک میں پھیلنے کے خطرے کو روکا جاسکے۔

طاعون سے دس سال میں 5 ملین اموات

کیم جولائی 1907ء کو Otago Daily Times نے ایک اداریہ لکھا جس کا عنوان تھا:

Plague in India

Five million deaths in ten years

اخبار لکھتا ہے اکتوبر 1896ء اور مارچ 1907ء کے درمیان اموات کی تعداد پچاس لاکھ سے کم نہیں ہے۔ اخبار کے مطابق پچھلے پانچ سالوں میں اموات کی تعداد اس طرح سے ہے:

سال	اموات
1901ء:	274,000
1902ء:	577,000
1903ء:	851,000
1904ء:	1,143,000
1905ء:	1,069,000
1906ء:	332,000

اخبار مزید لکھتا ہے کہ 1905ء کے پہلے پانچ ماہ میں 1904ء کے ہر مماثل مہینے کے مقابل پر اموات کی تعداد کہیں زیادہ تھی لیکن جون کے بعد یہ تناسب الٹ گیا اور 1905ء کے آخری سات ماہ میں اموات کی تعداد 70 ہزار سے کم رہی۔ یہ امید افزا حالت 1906ء میں جاری رہی لیکن ان اعداد سے جو امیدیں پیدا ہوئی تھیں 1907ء کے اعداد پر نظر کرنے سے خاک میں مل گئیں۔ امسال وسط اپریل تک طاعون کے ذریعے اموات کی تعداد آدھ کروڑ سے کم نہیں ہیں۔ اس کے بعد اخبار ہفتہ وار اموات کی تعداد بتاتا ہے:

25 فروری: 24,242
2 مارچ: 32,709
9 مارچ: 41,667
16 مارچ: 49,440
23 مارچ: 54,003
30 مارچ: 53,000
6 اپریل: 62,000
13 اپریل: 75,000

طاعون کے نتیجے میں اس قدر خوف وہراس اور مایوسی پھیل گئی تھی کہ لوگ کاروبار بند کر کے شہر چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔ اخبار شہروں کا نقشہ پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے:

اگر سچ بولا جائے تو آج گورنمنٹ کے پاس کوئی پالیسی نہیں ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جب تمام شمالی ہندوستان میں سکول اور کالج بند ہو رہے ہیں بازار مفلوج ہیں شہر خالی ہیں اور لوگ مایوسی کا شکار ہیں گورنمنٹ کسی پالیسی کے بنانے کے قابل نہیں ہے۔

ستمبر 1904ء اور پنجاب

1904ء میں Major E. Wilkinson FRCS England, D.P.H Cambridge, I.M.S جو پنجاب کے Chief Plague Medical Officer تھے نے ایک رپورٹ شائع کی جس کا عنوان تھا Report on Plague in the Punjab from September 1st 1901 to September 30th 1901, Being the Fifth Season of Plague in the Province.

اس رپورٹ میں اس ایک ماہ کے دوران وہ پنجاب میں طاعون کے اعداد و شمار پیش کرتے ہیں۔ اس رپورٹ کے مطابق اس ایک ماہ میں پنجاب میں 2 لاکھ 67 ہزار 581 لوگوں کو طاعون ہوئی جس سے ایک لاکھ 74 ہزار 41 اموات ہوئیں۔ ہندوؤں میں 98 ہزار 599 افراد کو طاعون ہوئی جن میں سے 65 ہزار 409 افراد لقمہ اجل ہوئے۔ 85 ہزار 837 مسلمانوں کو طاعون ہوئی جن میں سے 59 ہزار 975 افراد لقمہ اجل ہوئے۔ ضلع ہوشیار پور میں طاعون کے 22 ہزار 437 کیس ہوئے جن میں سے 12 ہزار 500 جان لیوا ثابت ہوئے اور لدھیانہ میں طاعون کے 65 ہزار 390 کیس ہوئے جن میں سے 48 ہزار 208 جان لیوا ثابت ہوئے۔ اموات کی شرح 65.04 رہی۔ ستمبر 1901ء تک ضلع ہوشیار پور کی آبادی 9 لاکھ 89 ہزار 182 تھی جس میں سے 3 لاکھ 86 ہزار 755 افراد طاعون کا شکار ہوئے۔ اسی عرصے تک لدھیانہ کی آبادی 6 لاکھ 73 ہزار 97 تھی جس میں سے 5 لاکھ 80 ہزار 783 افراد طاعون کا شکار ہوئے۔ گورداسپور کی آبادی 9 لاکھ 39 ہزار 424 تھی جس میں سے 3 لاکھ 99 ہزار 742 افراد کو طاعون ہوئی۔

رپورٹ کا راقم لکھتا ہے:

لدھیانہ شہر میں 25 جنوری کو طاعون کا آغاز ہوا۔ تقریباً چھ ہفتے تک بیماری شہر کے شمال میں محدود رہی جس میں زیادہ تر ہندو متاثر ہوئے۔ شروع میں بیماری کی پیش رفت آہستہ تھی لیکن مارچ میں یہ تیزی سے بڑھی اور جو ہفتہ 29 مارچ کو ختم ہوتا ہے اس میں 472 لوگوں کو طاعون ہوئی اور 317 اموات ہوئیں۔ وبا کی شدت مختلف محلوں میں مختلف رہی مسلمانوں کے محلے سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔ صرف ایک محلے میں 411 لوگوں کو طاعون کے کیس اور 285 اموات ہوئیں۔ ایک اور محلے میں جس میں کشمیری رہتے تھے کوئی گھر محفوظ نہ رہا اور کچھ گھروں میں چھ چھ افراد موت کا شکار ہوئے۔

رپورٹ کا راقم آگے لکھتا ہے:

ضلع لدھیانہ سب سے زیادہ متاثر ہوا۔ اس کے 860 گاؤں میں سے 665 میں طاعون پھوٹی اور تقریباً 30 ہزار افراد جو آبادی کا 7 فیصد ہیں طاعون سے مرے۔

بدقسمتی سے اس رپورٹ میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں طاعون کی اموات کی شرح نہیں دی گئی لیکن یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ احمدیت کے مخالف اس طاق میں بیٹھے تھے کہ کوئی احمدی طاعون کا شکار ہو تو وہ اس کو شہرت دیں لیکن اس وقت کے اخباروں میں ایسی کوئی خبر نہیں ملتی جس سے یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ احمدیوں میں اگر طاعون سے کوئی اموات ہوئیں بھی تو شاذ و نادر ہوئیں۔

وسط 1909ء تک

مشہور برطانوی طبی جرنل the Lancet کے مطابق 1909ء تک ساڑھے بارہ سال کے عرصے میں طاعون سے مرنے والوں کی تعداد 65 لاکھ تھی۔

طاعون کی وبا نے نہ صرف معاشرتی بلکہ معاشی تباہی بھی پھیلائی۔ چنانچہ مشہور برطانوی طبی جرنل British Medical Journal (BMJ) اپنے 24 اپریل 1909ء کے شمارے میں لکھتا ہے:

وہ علاقے جہاں طاعون خاص طور پر شدید تھی جیسا کہ پنجاب میں آبادی اس قدر گر گئی ہے کہ مزدوروں کی قلت کے باعث تنخواہیں بہت حد تک بڑھ گئی ہیں۔

1910ء اور 1911ء

BMJ کیم فروری 1911ء کے شمارے میں

ہندوستان میں طاعون کی رپورٹ دیتے ہوئے لکھتا ہے:

1910ء کے دوران طاعون کا مرکز اور اس کے نتائج مندرجہ ذیل ہیں:

بمبئی صدارت 36 ہزار 831، بنگال 30 ہزار 546، متحدہ ریاستیں ایک لاکھ 44 ہزار 624، پنجاب ایک لاکھ 43 ہزار 416، مرکزی صوبے 42 ہزار 104، راجپوتانہ 37 ہزار 657، برما 7 ہزار 605۔ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ 1911ء میں طاعون زیادہ مہلک صورت میں دوبارہ لوٹ آئی ہے۔

جنوری 1911ء میں ہندوستان میں طاعون سے 75 ہزار 468 اموات ہوئیں۔ یہ 1910ء کے مقابلے میں زیادہ تعداد ہے جب جنوری میں 51 ہزار 437 اموات ہوئی تھیں۔ اموات کی تقسیم اس طرح سے تھی:

بمبئی صدارت 6 ہزار 252، بنگال، 3 ہزار 592، متحدہ صوبے 15 ہزار 6، پنجاب 5 ہزار 263، راجپوتانہ ایک ہزار 927، شمال مشرقی سرحدی صوبہ 25، کشمیر 26، مرکزی صوبہ جات 2 ہزار 837، مرکزی ہندوستان ایک ہزار 452، ریاست حیدرآباد ایک ہزار 298، ریاست میسور ایک ہزار 655، مدراس صدارت ایک ہزار 688، برما 538۔

BMJ نے 16 ستمبر 1911ء کے شمارے میں 1911ء کے پہلے چھ ماہ میں طاعون کے پھیلاؤ کے بارے میں لکھا کہ ان چھ ماہ میں طاعون سے 6 لاکھ 4 ہزار 634 اموات ہوئیں جن میں سے ایک لاکھ 71 ہزار 84 اموات پنجاب میں ہوئیں۔

پندرہ سالہ اعداد و شمار کا موازنہ

The Lancet نے 16 ستمبر 1911ء کے شمارے میں لکھا:

طاعون کے حملے کا زیادہ زور تین صوبوں نے برداشت کیا جن کے نام پنجاب، بمبئی اور آگرہ اور اودھ کی متحدہ ریاستیں ہیں۔ ان صوبوں کی متحدہ آبادی 9 کروڑ 70 لاکھ ہے یعنی ہندوستان کی آبادی کا تقریباً 1/3 حصہ (1901ء کی مردم شماری کے مطابق)

1896ء سے 1911ء کے وسط تک گزشتہ ساڑھے پندرہ سالوں میں ان تین صوبوں میں 54 لاکھ 35 ہزار 266 اموات کا اندراج ہوا ہے۔ لیکن مختلف وجوہات کی بنا پر یہ تعداد اصل اموات سے شاید کم ہے کیونکہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ مقامی لوگوں نے طاعون کی اموات کو دانستہ یا غیر دانستہ طور پر کسی اور وجہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ ان اعداد کے مقابل پر باقی تمام ہندوستان میں اسی عرصے کے دوران صرف 19 لاکھ 42 ہزار 57 طاعون زدہ اموات کی تصدیق ہوئی ہے۔ اس طرح گزشتہ ساڑھے پندرہ سالوں میں تمام ہندوستان میں طاعون کی وجہ سے 73 لاکھ 77 ہزار 323 اموات ہوئیں جس کا 5/7 صرف ان تین صوبوں میں ہوا اور باقی 2/7 اموات باقی کے تمام ہندوستان کی 20 کروڑ کی آبادی میں ہوئیں۔

اس کے مقابل پر اگرچہ مدراس میں 1897ء سے طاعون مستقل طور پر موجود رہی ہے 80 ہزار سے کم طاعون زدہ اموات کا اندراج ہوا ہے حالانکہ مدراس کی آبادی 4 کروڑ 20 لاکھ ہے۔ اگر ہم مدراس اور پنجاب جس کی آبادی مدراس کے مقابل تقریباً آدھی ہے میں طاعون زدہ اموات کا تناسب دیکھیں تو اس عرصے میں مدراس میں پنجاب کے مقابل 24 لاکھ 36 ہزار 105 کم اموات ہوئی ہیں۔

مشرقی بنگال اور آسام سے موازنہ اور زیادہ نمایاں ہے۔ یہ صوبہ 1905ء میں وجود میں آیا اور 1911ء کی مردم شماری کے مطابق اس کی آبادی 3 کروڑ 40 لاکھ ہے۔ 1905ء کے شروع سے 1911ء کے وسط تک اس صوبہ میں صرف 146 طاعون زدہ اموات ہوئیں جبکہ پنجاب میں جس کی آبادی مشرقی بنگال اور آسام سے ایک کروڑ کم ہے 15 لاکھ 75 ہزار 866 طاعون زدہ اموات ہوئیں۔ طاعون سے اموات کے اس غیر متوازی تناسب کی وجہ ابھی تک معلوم نہیں ہوسکی۔ کیوں پنجاب میں طاعون زدہ اموات کی شرح اس قدر ہولناک ہے جبکہ اس کے مقابل مدراس جس کی آبادی پنجاب سے دوگنا ہے اتنی تھوڑی اموات ہوئیں۔ Indian Plague Advisory Committee جس کو The Royal Society نے India Office اور Lister Institute کے اشتراک سے 1905ء میں قائم کیا تھا نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ Bubonic plague جو کہ اس طاعون کی غالب شکل ہے چوہوں پر موجود پسّوؤں کے ذریعے پھیلتی ہے۔ چوہے اور پسّو مدراس اور مشرقی بنگال اور آسام میں اسی طرح عام ہیں جیسے پنجاب اور متحدہ ریاستوں میں ہیں۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے طاعون کے پھیلاؤ کے موسمی حالات ان تمام صوبوں میں ایک جیسے ہیں۔

اگر کسی سال طاعون کی شدت میں نمایاں کمی دیکھی گئی اور امید پیدا ہوئی کہ اب یہ وبا ختم ہونے کو ہے تو اگلے سال طاعون ایک نئی شدت کے ساتھ دیکھی گئی۔ چنانچہ BMJ اپنے 2 مئی 1903ء کے شمارے میں لکھتا ہے:

مارچ 28 کو ختم ہونے والے ہفتے کے دوران طاعون سے اموات کی تعداد 32 ہزار 728 رہی۔ یہ طاعون سے اموات کا ایک ریکارڈ ہے۔ 14 اور 21 مارچ کو ختم ہونے والے ہفتوں میں طاعون کی اموات کی ہفتہ وار تعداد بالترتیب 29 ہزار 1997 اور 29 ہزار 236 رہی۔ یہ امید کی جا رہی تھی کہ 14 مارچ کو ختم ہونے والے ہفتے میں اموات میں جو کمی دیکھی گئی تھی جاری رہے گی اور طاعون کے نتیجے میں امسال حتی الامکان اموات کی تعداد ہو چکی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے یہ امید پوری نہ ہوسکی جیسا کہ مارچ کے چوتھے ہفتے کی اموات کی تعداد سے اندازہ ہوتا ہے۔

اسی طرح the Lancet اپنی 17 جولائی 1915ء کے شمارے میں Dr. R.W.Johnstone جو کہ International Office of Hygiene, Paris میں برطانوی نمائندہ ہیں کے حوالے سے لکھتا ہے:

اس رپورٹ سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ 1913ء میں طاعون دنیا کے تقریباً ہر معلوم حصے میں قائم رہی اور اب تک ایسے کوئی آثار نظر نہیں آتے کہ موجودہ عالمی وبا جو بیس سال پہلے شروع ہوئی تھی ختم ہونے کو ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہندوستان جو اس بیماری سے سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے 1912ء اور پھر 1913ء میں طاعون سے اندراج شدہ اموات کی شرح میں کمی دکھائی دی گئی تھی اور طاعون کی اموات کی تعداد 3 لاکھ 6 ہزار 448 اور 2 لاکھ 17 ہزار 148 تھی۔ اس کے مقابل 1911ء میں یہ تعداد 8 لاکھ 46 ہزار 873 تھی۔ لیکن دوسرے ہاتھ پہ 1914ء کی طاعون زدہ اموات کی تعداد 1912ء کے مقابلے میں زیادہ ہیں۔

1918ء تک 22 سالہ اعداد و شمار

1896ء میں طاعون کی جو وبا بمبئی میں شروع ہوئی تھی اس کے نتیجے میں ہندوستان میں بیس سال سے زیادہ عرصے تک لوگ اس کے ذریعے سے لقمہ اجل بنتے رہے۔ اس کے نتیجے میں کتنی اموات ہوئیں اس کا اندازہ یکم مارچ 1919ء کو The Lancet میں چھپنے والی اُس رپورٹ سے لگایا جاسکتا ہے جو Major F.Norman White, C.I.E. جو ہندوستانی گورنمنٹ کے Sanitary Commissioner تھے نے لکھی۔ وہ لکھتے ہیں:

جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ خزاں 1896ء میں یہ بیماری بمبئی میں شروع ہوئی لیکن 1898ء میں یہ بیماری اس صوبے سے باہر پھیل گئی۔ یکم جولائی 1898ء سے 30 جون 1918ء تک ہندوستان میں ایک کروڑ اڑھائی لاکھ سے زیادہ افراد طاعون سے مر چکے ہیں۔ سب سے خطرناک جو چار وبائیں ریکارڈ کی گئیں وہ یہ تھیں:

1903-04ء: 11 لاکھ 38 ہزار 451

1904-05ء: 13 لاکھ 28 ہزار 249

1906-07ء: 12 لاکھ 86 ہزار 513

1917-18ء: 8 لاکھ 20 ہزار 292

جو دو سب سے کم خطرناک وبائیں تھیں ان میں 1898-99ء میں ایک لاکھ 19 ہزار 45 اموات اور 1908-09ء میں ایک لاکھ 26 ہزار 442 اموات ہوئیں۔

ہندوستان کے تین صوبے جن میں طاعون کے ذریعے بدترین تباہی ہوئی وہ یہ تھے:

پنجاب میں 20 سال کے دوران 29 لاکھ 92 ہزار 166 افراد طاعون کی وجہ سے لقمہ اجل ہوئے۔ آگرہ اور اودھ کے متحدہ صوبے میں 23 لاکھ 86 ہزار 332 اور بمبئی صدارت میں 22 لاکھ 95 ہزار 221 افراد لقمہ اجل ہوئے۔

یہ اعداد و شمار صرف وہ ہیں جو حکومتی ادارے ریکارڈ کرتے رہے۔ اس کے علاوہ بیشمار اموات ایسی ہوئیں جن کا یا تو حکومت کے ریکارڈ میں کچھ ذکر نہیں یا طاعون کی موت کو لوگوں نے دانستہ یا نادانستہ طور پر کسی اور بیماری کا نتیجہ قرار دیا کیونکہ طاعون کی موت کو اللہ تعالیٰ کا عذاب سمجھا جاتا تھا اور مرنے والوں کے رشتہ دار اس بات کو چھپانا بہتر خیال کرتے تھے کہ ان کے پیاروں پر اللہ کا عذاب نازل ہوا ہے اور وہ طاعون سے مارے گئے ہیں۔

☆.........☆.........☆

ہماری طرف سے تمہیں امن نصیب ہوگا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:

ساری دنیا کی نفرتوں میں سے سب سے زیادہ ممتاز نفرت جو جماعت احمدیہ کو دوسری ہر جماعت سے الگ کر دیتی ہے وہ یہی نفرت ہے جو اللہ کی خاطر ہم سے کی جارہی ہے۔ عجیب حالت ہے کہ ہم اللہ کی خاطر اس نفرت کو برداشت کر رہے ہیں اور بعض لوگ اللہ کی خاطر اس نفرت کو ہوا دے رہے ہیں۔ فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے وہی احکم الحاکمین ہے اسی پر ہماری نظر ہے لیکن میں ان نفرت کرنے والوں کو خوب کھول کر بتا دینا چاہتا ہوں کہ تم نفرتوں کی آگ جتنی چاہو بھڑکاؤ ہمارے صبر کو تمہاری آگ جلا نہیں سکے گی۔ بغض و عناد کے الاؤ روشن کرو جتنی تم میں ہمت ہے اس میں ایندھن ڈالو اور اسے خوب بھڑکاؤ لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ احمدی جو تم سے محبت کرتا ہے اس محبت پر تمہاری نفرت کی آنچ نہیں آئے گی اور نہیں آئے گی۔ محبت زندہ کرنے کے لئے ہوتی ہے اور زندہ رہنے کے لئے ہوتی ہے۔ آج تک کبھی نفرت، محبت پر غالب نہیں آئی اس لئے میں اپنے سے نفرت کرنے والوں کو یہ خوشخبری دیتا ہوں کہ ہماری طرف سے تمہیں ہمیشہ امن نصیب رہے گا۔ تمہارے دکھ اٹھا کر مرنے والے آخری وقت میں۔ آخری سانسوں میں تمہیں دعائیں دیتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوں گے اور مجھے یقین ہے کہ یہی دعائیں ہیں جنہوں نے تمہاری تقدیر بدلنی ہے اور تمہیں ہلاکتوں سے بچانا ہے۔

(افتتاحی خطاب جلسہ سالانہ 1983ء)

آخری زمانہ کے متعلق ایک پیشگوئی اور والدین کے متعلق دو مختلف نظارے

عبدالسمیع خان

اشتیاق بیگ اپنے کالم میں لکھتے ہیں:

قرب قیامت کی نشانیوں میں ایک نشانی یہ بھی ہے لوگوں میں رشتوں کا تقدس ختم ہوجائے گا رشتے بھلا دیئے جائیں گے اور مال و دولت ہر رشتے پر غالب آجائے گا۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے مال کو اپنی امت کا فتنہ قرار دیا ہے۔

(جنگ 15 اکتوبر 2008ء)

رشتوں کو بھلانے کی جس حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ

آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا اور ماں کی نافرمانی کرے گا اور دوست کو قریب کرے گا اور باپ کو دور رکھے گا۔

(مشکوٰۃ کتاب الفتن باب علامات الساعۃ)

آج نہایت تکلیف سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ نشانی بتمام کمال پوری ہوچکی ہے۔ ایمان اور قرآن اور علم کے آسمان پر اٹھ جانے کی وجہ سے انسان سفاکیت کی نئی چوٹیاں سر کر رہا ہے۔ صرف چند خبریں ملاحظہ ہوں۔

جائیداد کی خاطر 70 سالہ باپ کو آگ لگادی۔

(جنگ 4 نومبر 2002ء ص 5)

جائیداد تقسیم کرنے پر دو بیٹوں نے ڈنڈوں اور اینٹوں کے وار کرکے باپ کو قتل کردیا۔

(نوائے وقت 10 جولائی 2001ء)

مسلم ٹاؤن لاہور میں ڈانٹ ڈپٹ پر بیٹے نے باپ کو قتل کردیا۔

(دنیا 28 جون 2015ء)

بیٹوں نے باپ کو قتل کردیا۔

(جنگ 26 جولائی 2001ء)

کلہاڑی کے پے در پے وار کرکے والدہ کے ٹکڑے کردیئے۔

(جنگ 8 جولائی 2001ء ص 17)

11 سالہ جاپانی نے ڈانٹنے پر ماں کو قتل کردیا۔

(نوائے وقت 16 اپریل 2001ء ص 12)

سرزنش کرنے پر والدہ کو ذبح کردیا۔

(ایکسپریس 2 دسمبر 2012ء ص 8)

جھگڑے پر باپ کی زبان کاٹ دی۔

(جنگ 14 مارچ 2012ء)

ماں باپ کا سر پھاڑ دیا اور گھر سے نکال دیا۔

(جنگ 21 جولائی 2009ء)

باپ کی میت دفنانے سے انکار۔ لاش 14 گھنٹے باہر پڑی رہی۔ (جنگ 9 جولائی 2008ء)

75 سالہ باپ کو گرا کر چھری سے 18 وار کئے۔ پھر ماں کو بھی قتل کردیا اسی ماں کے ہاتھوں سے سونے کی چوڑیاں اور کانوں سے بالیاں نوچ لیں۔

(جنگ 15 اکتوبر 2008ء)

نکھٹو نے سرزنش پر والدہ قتل کردی۔

(ایکسپریس 15 دسمبر 2008ء)

کلہاڑی سے ماں اور بہن کو قتل کردیا۔

(جنگ 14 اپریل 2016ء)

برے کاموں پر منع کرنے سے پوتے نے دادا کو قتل کردیا۔ (دنیا 5 مئی 2016ء)

پسند کی شادی کے تنازع پر نیپال کے شہزادہ ربیندرا نے شاہی محل میں فائرنگ کردی۔ ماں باپ سمیت 11 شہزادے شہزادیاں ہلاک۔ خود کو بھی گولی ماری۔ (پاکستان 3 جون 2001ء)

ارشاد احمد عارف اسی صورتحال پر لکھتے ہیں:

معاشرہ کیا ہے، ایک جہنم کدہ جہاں انہونی انہونی نہیں رہی اور خون سفید ہونے کا محاورہ حقیقت میں بدل گیا۔ (دنیا 28 جون 2015ء)

مگر یہ تصویر کا ایک رخ ہے جن کو خدا کے فضل سے دوبارہ ایمان اور قرآن نصیب ہوا ہے انہوں نے والدین کی خدمت اور اطاعت کے حیرت انگیز نمونے پیش کئے ہیں۔ سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر میں بیشمار واقعات موجود ہیں۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

حضرت مولوی قدرت اللہ سنوری صاحب حضرت مسیح موعود کے ایک رفیق تھے۔ ان کے ایک بیٹے مسعود احمد خورشید صاحب تھے انہوں نے اپنے والد کی بے پناہ خدمت کی توفیق پائی۔

1954ء میں محلہ دارالنصر غربی میں دو کنال زمین خرید کر اس پر چھ کمروں کا وسیع مکان بنوانے کے تمام اخراجات اپنے والد صاحب کی نگرانی میں دے دیئے جنہوں نے بے حد خوشی اور مسرت سے ایسا گھر تعمیر کروایا جہاں تمام شہروں اور پھر ملکوں سے آئے ہوئے خاندان ایک ایک کمرے کو ایک Independent حصہ کے طور پر قیام کے لئے استعمال کرتے اور ربوہ کی برکات سے مستفید ہوتے۔

جب تک والدین اور پھر ان کی پھوپھی اختر النساء صاحبہ حیات رہیں یہ ''کوٹھی مولوی قدرت اللہ سنوری'' کے نام سے ان ہی کی تحویل میں رہی، ان کی وفات کے بعد کسی اور کو یہ کوٹھی بیچنی پسند نہیں کی اور اپنی والدہ رحیمن بی بی کے عزیز محمد شفیق صاحب کو آسان قسطوں پر منتقل کردی تا کہ یہ مکان جس کی اینٹ اینٹ ان کے بزرگ والدین نے اپنی نگرانی میں دعاؤں کے ساتھ رکھی تھی اور چپے چپے پر دعائیں کی تھیں، وہ قدردان ہاتھوں میں ہی رہے اور والدہ کے عزیزوں کو سہولت ہوجائے۔

والدین کی خدمت کا جو جذبہ ان کے دل میں تھا اس کی ایک جھلک اس بیان سے ملتی ہے جو ان کے والد صاحب نے تجلی قدرت صفحہ 261 پر درج کیا ہے۔ فرماتے ہیں: ''حضرت مسیح موعود کا 11 اکتوبر 1904ء کا الہام تھا کہ قدرت اللہ کی بیوی روپوں کی ڈھیری پیش کرتی ہے جس میں ایک لکڑی بھی ہے، اس الہام کو برخوردار (مسعود خورشید) نے دو ہزار روپیہ بشکل تھیلی کے اپنی والدہ صاحبہ کے ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے روبرو پیش کر کے الہام کو پورا کیا۔ جس کا ذکر رسالہ الفرقان اور رسالہ ریویو میں موجود ہے۔

(الفرقان دسمبر 1957ء)

مولانا ابوالعطا جالندھری صاحب نے بھی تفصیلی نوٹ چھاپا۔ (الفضل 4 اپریل 2011ء)

مکرم چوہدری نسیم احمد صاحب کی بیٹی ان کے تذکرہ میں لکھتی ہیں:۔

ابو تقریباً تیس برس مسلم کمرشل بینک سے وابستہ رہے۔ نہایت فرض شناس افسر تھے۔ ایک دفعہ بیرون ملک جانے کا بھی موقع ملا اور کسی حد تک تیاری بھی کرلی مگر میرے دادا جان نے سرسری طور پر اظہار کیا کہ تم بھی چلے گئے تو ہم بالکل اکیلے رہ جائیں گے۔ بس یہ سننا تھا کہ ساری تیاری وہیں چھوڑ دی اور جانے کا ارادہ بھی ترک کردیا اور ہمیشہ اس بات پر مطمئن نظر آتے تھے کہ میں نے اپنے والدین کی خاطر باہر جانے کا ارادہ چھوڑا اور اللہ تعالیٰ نے یہیں مجھے اپنی ہر نعمت سے نواز دیا اور کبھی کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔

(الفضل 15 دسمبر 2015ء)

مکرم چوہدری رشید احمد صاحب اپنے والد مکرم حافظ عبدالعزیز صاحب کے بارہ میں لکھتے ہیں:

ہمارے ایک چچا سردار عبدالحمید صاحب جنہیں پٹیالہ سٹیٹ میں ملازمت مل جانے کی وجہ سے والدین سے مجبوراً دور رہنا پڑا تو والد صاحب کو ہمارے دادا جان کی ہدایت تھی کہ سیالکوٹ ہی میں ملازمت یا کاروبار کرنا ہے، باہر نہیں جانا۔ چنانچہ حضرت والد صاحب نے اپنی ملازمت کے دوران جب بھی اپنے تبادلہ کا حکم پایا جس کے نتیجہ میں آپ کو سیالکوٹ سے باہر جانا ضروری ہوتا تو آپ استعفیٰ پیش کردیتے۔ اللہ تعالیٰ اس اطاعت گزاری کا یہ انعام دیتا کہ آپ کو سیالکوٹ میں ہی ترقی کے ساتھ تعیناتی منظور ہوجاتی۔ اسی طرح آپ نے اپنے والدین کے احکام کی خوب خوب تعمیل کی اور اللہ تعالیٰ سے نت نیا انعام پایا۔

(میرے والدین کرام از چوہدری رشید احمد صاحب ص 36)

مکرم چوہدری عبدالعزیز ڈوگر صاحب لکھتے ہیں:

ہجرت کا غم اس قدر ہوا کہ والدہ صاحبہ قادیان کو چھوڑتے ہی بیہوش ہوگئیں۔ دو تین میل بڑی مشکل سے راستہ طے کیا تھا کہ ان کو ڈائریا ہوگیا۔ ہر دس منٹ بعد اسہال آنے لگے۔ کمزوری بڑھتی گئی پھر بیہوش ہوگئیں۔ لوگ تو چھوٹے بچوں کو پھینک رہے تھے اور اپنی جان بچا کر ادھر ادھر پناہ لے رہے تھے بوڑھے دم توڑ رہے تھے کوئی مدد کو نہیں آرہا تھا۔ تب میں نے فیصلہ کیا کہ اب میں والدہ صاحب کو اپنی کمر پر اٹھا کر سفر کروں گا ان کو ایک قدم بھی چلنے نہ دوں گا اور کسی حالت میں ان کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ دوسرے سب بھائی چھوٹے تھے ان کی 16 سال سے 3 سال کی عمریں تھیں۔ والدہ صاحب بھی اس وقت 58 سال کے تھے۔ غم نے ان کی کمر توڑ دی تھی بڑی مشکل سے ساتھ چل رہے تھے پُرعزم تھے اس لئے ہمارا حوصلہ بھی بڑھا رہے تھے۔ تب میں نے جو سامان اٹھا رکھا تھا وہ اپنی بیوی کو دیا اور کچھ چھوٹے بھائی کو اور والدہ صاحبہ کو کمر پر اٹھا لیا۔ چھ دن ہم نے سفر کیا راستہ میں فاقے سے رہے کچھ پتے اور کچے امرود ایک باغ سے توڑ کر ابال کر کھائے۔ کچھ گندم بلوچ رجمنٹ کے ذریعہ ملی جو ابال کر راستہ میں استعمال کی۔

(یادِ حبیب ص 165)

چارکوٹ کشمیر کے ایک دوست راجہ خورشید احمد منیر صاحب نے اپنی ضعیف العمر والدہ کو اپنی کمر پر بٹھا کر 1947ء میں پاکستان کی طرف ہجرت کی۔

(چارکوٹ کے درویش مصنف مکرم مبارک احمد راجوری ص 60)

چنیوٹ کے حاجی تاج محمود صاحب نے 1902ء کے قریب احمدیت قبول کی۔ آپ سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کے چچا تھے۔ سیٹھ صاحب مکرم تاج محمود صاحب کے قبول احمدیت کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جاہلانہ مخالفت سے آسمان سر پر اٹھا لیتی ہیں۔ چچا صاحب کے احمدی ہوجانے پر ان کی والدہ نے بڑے غم وغصہ کا مظاہرہ کیا۔ بے حد مخالفت کی۔ اپنے اس نیک خصلت اور فرشتہ سیرت بیٹے کو بددعائیں دیں اور حضرت مسیح موعود کو کم وبیش کہہ کر اور ہر وقت یہی وطیرہ اختیار کر کے چچا صاحب کی زندگی کو انتہائی تلخ بنادیا اور بالآخر یہ حربہ استعمال کیا کہ اپنا گھر چھوڑ کر مسجد ٹاہلی والی کے مشرق میں واقع مکان مولوی محمد حسین و مولوی خدا بخش صاحبان وہرہ میں رہائش اختیار کرلی۔ چچا صاحب روزانہ اپنی والدہ صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ناراضگی کے کلمات اور بددعائیں نہایت خاموشی سے سنتے رہتے۔ جب وہ حضرت اقدس کی شان میں سخت کلمات کہنا شروع کرتیں تو اٹھ کر چلے آتے۔ والدہ صاحبہ کی خدمت و اطاعت کا جذبہ روزانہ انہیں وہاں لے جاتا اور خدا تعالیٰ کے برگزیدہ امام کی شان میں گستاخی کو برداشت نہ کرکے روزانہ واپس آجاتے۔ جونہی چچا صاحب چنیوٹ سے کلکتہ چلے گئے، دادی جان فوراً اپنے گھر واپس آگئیں اور سال دو سال کے اندر ایسی حالت میں ہی ان کی وفات ہوگئی۔

(تابعین احمد جلد 10 ص 30)

تعلیم القرآن ٹیچرز ٹریننگ کلاس (برائے صوبہ پنجاب)

(زیر انتظام نظارت تعلیم القرآن و وقف عارضی)

محض خدا تعالیٰ کے فضل سے نظارت تعلیم القرآن کو مورخہ 10 تا 19- اپریل 2017ء کو اس سال کی پہلی اور مجموعی طور پر 68ویں تعلیم القرآن ٹیچرز ٹریننگ کلاس منعقد کرنے کی توفیق ملی۔

ان ٹیچرز ٹریننگ کلاسز میں جماعتوں سے محدود تعداد میں نمائندگان کو بلایا جاتا ہے۔ اِس بار صوبہ پنجاب کے 26 اضلاع سے 78 نمائندگان نے اس کلاس میں شرکت کی۔ کلاس میں طلباء کی تدریس کے لئے دفتر صدر عمومی ربوہ کے بالائی ہال اوران کے قیام و طعام کا انتظام دارالضیافت میں کیا گیا تھا۔

اس کلاس میں چار پیریڈز رکھے گئے تھے جس میں ناظرہ و تجویدالقرآن، حفظ قرآن، ترجمۃ القرآن، عربی گرائمر اور عام عربی بول چال شامل ہیں۔ مرکز سلسلہ میں اہم اداروں کے تعارف کا ایک پیریڈ بھی تھا جس میں طلباء کو مختلف صیغہ جات کے افسران یا اُن کے نمائندہ تشریف لا کر اپنے صیغے کا تعارف کرواتے رہے۔ اس میں طلباء کو سوالات کا بھی وقت دیا جاتا رہا۔ اس پیریڈ میں جن اداروں کا تعارف کروایا گیا ان میں نظارت تعلیم القرآن، نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ، نظارت امور عامہ، نظامت جلسہ سالانہ، دارالقضاء، وقف جدید انجمن احمدیہ اور تحریک جدید انجمن احمدیہ شامل ہیں۔

کلاس میں تدریس کے فرائض مکرم محمد افضل فہیم صاحب، مکرم شیخ مسعود احمد صاحب اور مکرم حافظ مسرور احمد صاحب مربیان سلسلہ نے سرانجام دیئے۔

روزانہ نماز عصر کے بعد ایک خصوصی نشست ''صحبت صالحین'' میں سلسلہ کے علماء اور بزرگان سے ملاقات کروائی جاتی رہی۔ طلباء کو زیارت مرکز کے لئے نمائش سرائے مسرور، خلافت لائبریری، دفاتر صدر انجمن احمدیہ، دفاتر تحریک جدید، بیت مبارک، بہشتی مقبرہ اور بیوت الحمد پارک کا Visit کروایا گیا۔ طلباء کیلئے روزانہ بعد نماز عشاء اسباق دہرانے کیلئے ایک گھنٹہ کے لئے سٹڈی ٹائم رکھا گیا تھا۔

اس کلاس کی افتتاحی تقریب 10- اپریل 2017ء کو دفتر صدر عمومی ربوہ کے بالائی ہال میں منعقد ہوئی۔ تلاوت و نظم اور کلاس کے تعارف کے بعد محترم محمد الدین ناز صاحب ناظر تعلیم القرآن و وقف عارضی نے افتتاحی تقریر کی اور دعا کروائی۔

کلاس کے دوران تلاوت، حفظ قرآن اور نظم کروائے گئے۔ مورخہ 18- اپریل 2017ء کو طلباء کا امتحان لیا گیا۔ تجویدالقرآن، ترجمۃ القرآن اور عربی گرائمر کا امتحان تحریری، جبکہ حفظ کا ٹیسٹ زبانی تھا۔

اس کلاس کی اختتامی تقریب مورخہ 19- اپریل 2017ء کو دارالضیافت میں منعقد ہوئی۔ تقریب میں تلاوت و نظم کے بعد مکرم حافظ مسرور احمد صاحب منتظم اعلیٰ نے رپورٹ پیش کی۔

اس کے بعد تقریب کے مہمان خصوصی محترم حافظ مظفر احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد مقامی نے اعزاز پانے والے طلباء میں انعامات تقسیم فرمائے۔ پھر اپنے خطاب میں انہوں نے طلباء کو قرآن کریم سیکھنے، پڑھنے اور آگے جماعتوں میں بھی دیگر افراد کو سکھانے کی طرف توجہ دلائی۔ آخر میں دعا کروائی۔ دعا اور ظہرانہ کے بعد نماز ظہر و عصر باجماعت ادا کی گئیں۔

نظارت تعلیم القرآن کی طرف سے کلاس میں شامل ہونے والے تمام طلباء کو سند شرکت، رپورٹ فارم اور فارم وقف عارضی دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ اس کلاس کے بابرکت نتائج پیدا فرمائے، تمام شاملین کو اور ہم سب کو بھی باقاعدگی سے قرآن کریم پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

19ویں سالانہ سپورٹس ریلی مجلس انصاراللہ پاکستان

۞ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجلس انصاراللہ پاکستان کو اپنی 19ویں آل پاکستان سپورٹس ریلی 14 تا 16/اپریل 2017ء منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ اس سپورٹس ریلی میں 8 علاقہ جات کے 44 اضلاع کی 193 مجالس کے 381 انصار بھائیوں نے شمولیت کی۔ کھلاڑیوں کی آمد 13/اپریل کی صبح سے شروع ہو گئی تھی۔ شعبہ رجسٹریشن نے جملہ کھلاڑیوں اور انتظامیہ و کارکنان کو باتصویر کارڈز جاری کئے۔ کھلاڑیوں کی رہائش کا انتظام سرائے ناصر، سرائے مسرور، سرائے خدمت اور گیسٹ ہاؤس وقف جدید میں کیا گیا تھا۔ انڈور مقابلہ جات ایوان محمود اور ایوان ناصر میں ہوئے جبکہ آؤٹ ڈور مقابلہ جات کا انعقاد جلسہ گاہ بیوت الحمد میں کیا گیا تھا۔ نمازوں کا انتظام ایوان ناصر میں جبکہ طعام گاہ دفتر جلسہ سالانہ ربوہ کے لان میں بنائی گئی تھی۔ نماز تہجد باجماعت اور تربیتی دروس بعد نماز فجر کا بھی انتظام تھا۔ جمعہ کے روز کھلاڑیوں کے لئے نماز جمعہ ایوان ناصر میں اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبہ جمعہ سننے کا انتظام ایوان ناصر کے دونوں ہالز میں کیا گیا تھا۔ سپورٹس ریلی کے حوالہ سے امسال خصوصی فلیکسز تیار کر کے گراؤنڈز کے ماحول کو خوبصورت بنایا گیا تھا۔

اس کی افتتاحی تقریب مورخہ 14/اپریل 2017ء کو 7:30 بجے صبح جلسہ گاہ بیوت الحمد کی سرسبز گراؤنڈ میں محترم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب صدر مجلس انصاراللہ پاکستان کی زیر صدارت شروع ہوئی۔ حسب روایت سال گزشتہ کے بہترین کھلاڑی مکرم تحسین احمد صاحب علاقہ لاہور نے سپورٹس ریلی کے رسمی افتتاح کا اعلان کیا۔ جس کے بعد محترم صدر مجلس نے کھلاڑیوں کو قیمتی نصائح سے نوازا۔ دعا کے بعد باقاعدہ کھیلوں کا آغاز ہوا۔

امسال سپورٹس ریلی میں 14 کھیلوں کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں نمائشی مقابلہ رسہ کشی مرکزی عاملہ بمقابلہ ناظمین اعلیٰ علاقہ و اضلاع، نمائشی میچ باسکٹ بال کے علاوہ بیڈمنٹن سنگل و ڈبل، ٹیبل ٹینس سنگل و ڈبل، والی بال، رسہ کشی، کلائی پکڑنا، مشاہدہ معائنہ، منی میراتھن، سیر کے بعد مشاہدات قلمبند کرنا، دوڑ 100 میٹر، سائیکل ریس، گولہ پھینکنا، نیزہ پھینکنا اور تھالی پھینکنا کے مقابلے ہوئے۔ ان میں دوڑ 100 میٹر، سائیکل ریس، گولہ پھینکنا، نیزہ پھینکنا، تھالی پھینکنا، ٹیبل ٹینس، بیڈمنٹن اور کلائی پکڑنا کے مقابلہ جات صف اول اور صف دوم کے الگ الگ کروائے گئے جبکہ باقی کھیلوں کا ایک ہی معیار تھا۔ امسال 148 سے زائد میچز کروائے گئے۔ یہ مقابلے 8 علاقہ جات ربوہ، سندھ، ملتان، فیصل آباد، گوجرانوالہ، راولپنڈی، لاہور اور سرگودھا کے مابین تھے۔

19ویں سالانہ سپورٹس ریلی کی اختتامی تقریب مورخہ 16/اپریل کو 12:30 بجے ایوان محمود میں محترم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ کے زیر صدارت ہوئی۔ تلاوت، عہد اور نظم کے بعد مکرم مظفر احمد قمر صاحب منتظم اعلیٰ سپورٹس ریلی نے رپورٹ پیش کی۔ بعدازاں اعزاز پانے والے کھلاڑیوں میں محترم مہمان خصوصی نے انعامات تقسیم کئے۔ امسال ریلی کے بہترین کھلاڑی محمد انور صاحب علاقہ سندھ قرار پائے جبکہ مجموعی کارکردگی کے لحاظ سے علاقہ ربوہ اول رہا۔ جس کی ٹرافی مکرم نصیر احمد چوہدری صاحب زعیم اعلیٰ ربوہ نے وصول کی۔ معمر ترین کھلاڑی کا انعام مکرم میاں غلام مصطفیٰ صاحب (82 سال) او کاڑہ علاقہ لاہور نے حاصل کیا۔ تقسیم انعامات کے بعد محترم مہمان خصوصی نے مختصر دعائیہ اختتامی کلمات کے بعد اجتماعی دعا کروائی۔ دعا کے بعد ایوان ناصر کے شمالی جانب نماز ظہر و عصر ادا کی گئیں اور دفتر جلسہ سالانہ ربوہ کے لان میں جملہ شرکاء ریلی و مہمانان کے اعزاز میں ظہرانہ دیا گیا۔ ظہرانے کے بعد انتظامیہ و اعزاز پانے والوں کے گروپ فوٹوز ہوئے۔ یوں 19ویں سالانہ سپورٹس ریلی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔

☆☆☆☆☆☆☆

سیمینار بعنوان Earth Day

۞ مورخہ 22- اپریل کو عالمی یوم زمین منایا جاتا ہے۔ اس حوالہ سے عبدالسلام ریسرچ فورم کے تحت مورخہ 2- اپریل 2017ء کو نصرت جہاں کالج دارالرحمت ربوہ میں ایک سمپوزیم بعنوان ''Earth Day'' کا انعقاد ہوا جس میں ڈاکٹر امتیاز احمد قمر صاحب (director rangeland Research Institute NARC) نے Impact of climate change on Agriculture in Pakistan کے موضوع پر لیکچر دیا۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے بتایا کہ پاکستان بلکہ پوری دنیا کو اس وقت موسمیاتی تغیرات کا سامنا ہے۔ پاکستان میں فصلوں کی پیداوار پر اس کا اثر ہو رہا ہے۔ مثلاً گندم کی کاشت مئی جون میں ہوتی تھی اب اپریل کے آغاز میں ہوتی ہے۔ اسی طرح مون سون، سردی گرمی کے سیزن میں بھی کمی بیشی ہو رہی ہے۔ پاکستان ابھی بارشوں اور سورج کی روشنی سے اس طرح فائدہ نہیں اٹھا رہا جس طرح مغربی ممالک اٹھا رہے ہیں۔ موسم کے بارہ میں صحیح پیشگوئی کرنے والے جدید آلات یہاں میسر نہیں جس کے سبب فائدہ کے بجائے نقصان میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح بتایا کہ جنگلات اور چراگاہوں کا فقدان ہوتا جا رہا ہے۔ کسی بھی ملک کا 25 فیصد حصہ جنگلات پر مشتمل ہونا چاہئے۔ اپنے ادارہ کے بارہ میں بتایا کہ وہ گندم اور چاول کے ایسے بیج تیار کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں جو کم پانی پر کاشت کئے جاسکیں۔ تجربہ کے مطابق چاول کو پانی کی اتنی ضرورت نہیں ہوتی جتنا پانی صرف جڑی بوٹیوں سے بچنے کے لئے لگا دیا جاتا ہے۔ ہم ایسے درخت پاکستان میں اگانے میں کامیاب ہوئے ہیں جو روزانہ کی بنیاد پر بڑھتے ہیں۔

اس کے بعد محترم مرزا نصیر احمد صاحب نے ربوہ میں ماحولیاتی آلودگی پر ایک پریزنٹیشن دکھائی۔ انہوں نے بتایا کہ ہمیں کچرا نہیں جلانا چاہئے۔ پلاسٹک بیگ، سٹیرو فوم (Styrofoam) سے بنے ڈسپوزایبل کپ، گلاس اور پلیٹیں استعمال نہیں کرنی چاہئیں بلکہ اس کی جگہ کاغذ کی پلیٹس اور گلاس استعمال کرنا چاہئے۔ اس وقت ربوہ کو قریباً پانچ ہزار درختوں کی ضرورت ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کم از کم دو پودے ضرور لگائے جو ہماری آئندہ نسلوں کی صحت کے ضامن ہوں گے۔

ہر لیکچر کے بعد طلباء و طالبات کو سوالات کا موقع دیا گیا۔

معلوماتی خبریں

ملکی اخبارات میں سے

بیکار اشیاء کو کارآمد بنائیں

کچن میں استعمال ہونے والی اکثر اشیاء ایک بار استعمال ہونے کے بعد بیکار ہو جاتی ہیں لیکن آپ ان معمولی اور بے ضرر چیزوں کو بھی بہت ہی خاص مقاصد کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔

چائے اور کافی کی پتی سے فائدہ اٹھائیں

چائے اور کافی بنانے کے بعد اس کی پتی کو پھینکنے کے بجائے استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ یہ چیونٹیوں کو دور بھگانے میں مفید ثابت ہوتی ہے اس کے علاوہ اس کی مدد سے بدبو اور تعفن سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ یہ پودوں کی نشوونما میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

مالٹے کے چھلکوں سے کیڑے مکوڑوں سے نجات

اگر کینو کے چھلکے پیس کر کیڑے مکوڑے جیسے کہ مچھر اور چیونٹیوں پر چھڑک جائیں تو ان سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر کسی جگہ سے بہت ناگوار بو آ رہی ہو تو اس سے بھی نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ مالٹے کا چھلکا بیرونی طور پر سخت اور کھردرا ہوتا ہے اس میں بعض آئل بھی پائے جاتے ہیں۔ جنہیں عطریات اور معدے کے مقوی مشروبات میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مالٹے کے خشک چھلکے اسہال، معدہ کا درد، قے اور متلی میں بطور علاج استعمال ہوتے ہیں۔

باسی اور نرم چپس کرسپی بنائیں

عموماً چپس ایک بار کھانے کے بعد باسی اور نرم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے انہیں پھینک دیا جاتا ہے اب ان چپس کو پھینکنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ ان باسی سنیکس اور چپس کو مائیکروویو میں رکھ کر دوبارہ خستہ بنایا جا سکتا ہے۔ ایک ایسی پلیٹ میں تمام چپس یا سنیکس ڈالیں جو مائیکروویو میں متاثر نہ ہو اور دس سیکنڈ کے لئے فل پاور پر رکھ دیں یہ پہلے کی طرح خستہ ہو جائیں گے۔

بچا ہوا پیزا

اگر پیزا بچ جائے تو اس کو پھینکنے کے بجائے آپ اسے جب چاہیں لطف واندوز ہو سکتے ہیں لیکن اس کے لئے مائیکروویو کے استعمال سے گریز کریں بلکہ ان سلائسز کو 4 سے 5 منٹ کے لئے درمیانی آنچ پر توے پر رکھیں۔ اس کے بعد اسے ایلومینیم ورق میں اچھی طرح لپیٹ دیں اور خستہ اور مزیدار پیزا کا لطف اٹھائیں۔

آئس پاپ کا لطف اٹھائیں

مختلف اقسام کی سافٹ ڈرنکس اگر ایک بار کھول لی جائیں تو انہیں اسی وقت استعمال کرنا پڑتا ہے کیونکہ کچھ دیر بعد ان کی گیس نکل جاتی ہے اور بدذائقہ محسوس ہوتی ہیں انہیں پینے میں وہ لطف نہیں رہتا۔ لیکن اسے ضائع کرنے کی بجائے اگر آئس کیوب ٹیرے میں بچی ہوئی ڈرنک ڈالیں اور ہر خانے میں ایک ٹوتھ پک رکھ کر ریفریجریٹر میں رکھ دیں۔ جب یہ جم جائے تو مزے دار آئس پاپ سے لطف اندوز ہوں۔

اسفنج کو بیکٹیریا سے پاک کریں

اسفنج تھوڑے ہی دن بعد ناقابل استعمال ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اسے دو منٹ کیلئے مائیکروویو میں رکھ دیا جائے تو اس میں پیدا ہونے والے 99 فیصد جراثیم کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ بالکل نئے اسفنج کی طرح بن جاتا ہے آپ کو ایسا ہی محسوس ہوگا جیسے آپ ایک نئے اسفنج کو پہلی بار استعمال کر رہے ہیں۔

ایک لیموں سے بار بار فائدہ اٹھائیں

جب ہم کوئی ڈش بناتے ہیں تو اس میں عموماً لیموں کے چند قطرے ہی استعمال ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کو کاٹ کر نچوڑنے کے بجائے ایک ٹوتھ پک کر لیموں میں ایک سوراخ کریں اور اس میں سے اپنی ضرورت کے مطابق رس کشید کر لیں۔ رس نکالنے کے بعد اس سوراخ کو ٹیپ کی مدد سے بند کر دیں اور لیموں کو فریج میں رکھ دیں، اس طرح آپ وہ لیموں دوبارہ بھی استعمال کر سکیں گے۔

انڈوں کو تا دیر قابل استعمال بنانا

انڈوں کو فریج میں سٹور کرنے سے پہلے اگر پیپر کو خوردنی تیل میں ڈبو کر انڈوں کے خول پر رگڑا جائے تو انڈوں کو لمبے عرصے تک فریش رکھا جا سکتا ہے۔ تیل کی مدد سے انڈے تین سے چار ہفتے سے زائد وقت کے لئے تازہ رہ سکتے ہیں۔

بچے ہوئے آلو

اگر آپ نے سلاد یا کسی اور مقصد کے لئے کافی آلو چھیل لئے ہیں تو انہیں بیکار سمجھ کر ضائع مت کریں۔ بلکہ اسے ایک برتن میں ڈال کر اس میں اتنا ٹھنڈا پانی ڈالیں جس میں سارے آلو اچھی طرح ڈوب جائیں پھر اس میں سرکے کے چند قطرے شامل کر دیں۔ اب اسے تین سے چار دن تک فریج میں رکھنے کے بعد استعمال کیا جا سکتا ہے۔

بند گوبھی براؤن پیپر میں لپیٹ کر رکھیں

آپ بند گوبھی کو لمبے عرصے تک استعمال کر سکتے ہیں لیکن اگر اپ اسے پلاسٹک کی تھیلی میں رکھنے کے بجائے براؤن کاغذ کی تھیلی میں رکھ کر ریفریجریٹر میں رکھ دیں۔ تھوڑی سی ہوا بند گوبھی کو تازہ رکھتی ہے لیکن اس کے لئے کبھی بھی اس کے اوپری پتے ضائع نہ کریں بے شک وہ دیکھنے میں خوبصورت نہیں لگتے لیکن وہ اندرونی پتوں کو خستہ اور تازہ رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔

(روزنامہ دنیا 27۔اپریل 2013ء)

☆......☆......☆

خوبانی لذت اور صحت کا خزانہ

تازہ اور خشک خوبانی حیاتین اور معدنی نمک خاص طور پر فولاد کی فراہمی کا اہم ذریعہ ہے۔ اس میں وٹامن اے کے علاوہ وٹامنز سی اور ای بھی ہیں۔ اس میں موجود فولاد، پوٹاشیم اور بیٹا کیروٹین جسم میں انحطاط کا عمل سست کر کے بڑھاپا روکتے ہیں۔

خوبانی کا ریشہ

یہ ریشہ غذا کے ہضم اور جذب میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ خوبانی بیماریاں دور کرتی ہے، جن میں نظر کی کمزوری خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس کا اہم جز وبیٹا کیروٹین، جو جسم میں جا کر حیاتین اے میں تبدیل ہو جاتا ہے، آنکھ کیلئے بہت مفید ثابت ہوتا ہے۔ خوبانی کا ریشہ بدہضمی اور قبض کا توڑ ہے۔ خوبانی کے غذائی ریشے سے آنتوں کی حرکت باقاعدہ رہتی ہے۔ اس طرح قبض نہیں ہوتی۔ آنتیں ریشے کی وجہ سے اپنا کام اچھی طرح کرتی ہیں۔ کھانے سے پہلے خوبانی استعمال کرنے سے ہضم کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔

خون بڑھائے

خوبانی میں فولاد زیادہ ہوتا ہے۔ خون کی کمی میں مبتلا افراد کیلئے خوبانی بہت مفید ہے اسے کھانے سے خون کی کمی کی علامات، مثلاً سانس پھولنا، چکر، سر کا درد اور تھکن دور ہو جاتی ہے۔

بخار کو بھگائے

تازہ خوبانی کے رس میں گلوکوز ملا کر پینے سے مریض تازگی اور فرحت محسوس کرتا ہے۔ اس میں گلوکوز کے بجائے شہد بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔ یہ شربت بخار کی شدت کم کرتا ہے پیاس کی شدت دور کرتا ہے اور جسم سے زہریلے مادے بھی خارج کر دیتا ہے۔

کولیسٹرول کا علاج

خوبانی میں شامل لائکو پین (Lycopene) دل کیلئے مضر کولیسٹرول ایل ڈی ایل (LDL) کی سطح کم کر کے شریانوں کو صاف رکھتا ہے۔ شریانوں کے صاف رہنے سے دل کولیسٹرول اور دیگر زہریلے اثرات سے محفوظ رہتا ہے۔ اس کے علاوہ موٹاپا لاحق نہیں ہوتا اور ذیابیطس کا خطرہ بھی دور ہو جاتا ہے۔

(روزنامہ آج 3 جولائی 2016ء)

☆......☆......☆

بجلی سے چلنے والا ہوور سکوٹر

ماہرین نے ایک ایسی گاڑی ایجاد کی ہے جو عام طور سے ہوور بورڈ کی طرح ہی ہے، مگر یہ جزوی طور پر Segway ہے یعنی سامان لانے لے جانے والا بورڈ یا ٹھیلا اور جزوی طور پر یہ سکیٹ بورڈ بھی ہے۔ جس پر کھڑے ہو کر اپنا توازن خود برقرار رکھنا ہوگا۔ ہوور بورڈ سکوٹر دیکھنے میں ایک عام سی چھوٹی سی گاڑی یا سکوٹر ہے، اس سکوٹر پر سوار ہونے والے شخص کو ایک ڈیوائس استعمال کرنی ہوتی ہے جو اصل میں برقی Gyroscopes کی ایک جوڑی ہوتی ہے اور ہر پیڈ کے نیچے لگی ہوتی ہے۔ اس سے خود کار طریقے سے خود کو بیلنس کیا جاتا ہے، اس سے اپنے جسمانی توازن کے ذریعے گاڑی کو آگے بھی بڑھایا جاتا ہے، پیچھے بھی کیا جا سکتا ہے اور گھمایا بھی جا سکتا ہے۔ (آج 6 نومبر 2016ء)

انگور مختلف انفیکشنز میں مفید

حالیہ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ انگور کھانے سے جسم کا قدرتی دفاعی نظام مضبوط ہو کر مختلف انفیکشن کو دور کرتا ہے۔ انگور میں موجود اجزا نہ صرف موٹے افراد میں چکنائیاں ختم کر کے انہیں بلڈ پریشر اور امراض قلب سے بچاتے ہیں بلکہ انہیں مختلف قسم کے انفیکشنز امراض کے حملہ آور جراثیم سے بھی محفوظ رکھتے ہیں۔ ماہرین کے مطابق موٹے افراد میں کسی سرجری کے بعد انفیکشن کا خطرہ 35 فیصد بڑھ جاتا ہے خواہ وہ بیکٹیریا سے ہو یا وائرس سے۔ اس سے ان میں انفیکشن کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ (روزنامہ اساس 9 نومبر 2016ء)

ابابیل (پرندے) مسلسل 10 ماہ تک پرواز کرتی ہے

پرندوں پر تحقیق کرنے والے ماہرین نے دریافت کیا ہے کہ ابابیل (کامن سوئفٹ) 10 ماہ تک مسلسل پرواز کر سکتی ہے جبکہ اپنے اس پورے سفر میں وہ ایک لمحے کے لئے بھی زمین پر نہیں اُترتی اور اُڑتے دوران ہی اپنی غذا بھی حاصل کرتی ہے۔ واضح رہے کہ چھوٹی جسامت ہونے کے باوجود ابابیل کا شمار دنیا کی بلند پرواز اور تیز رفتار پرندوں میں کیا جاتا ہے۔ اس سے پہلے مسلسل طویل ترین مدت تک پرواز کا ریکارڈ 6 ماہ تھا جو ابابیل ہی کی ایک قسم ''الپائن سوئفٹ'' کے پاس تھا۔ عام ابابیل نے، جسے سائنسی زبان میں (Apus apus) کہا جاتا ہے، یہ ریکارڈ بھی توڑ دیا ہے۔ یورپ سے افریقہ تک موسمی نقل مکانی کرتے ہوئے یہ ابابیل مسلسل 10 ماہ تک بغیر رکے اور بغیر زمین پر اُترے پرواز کرتی ہے۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ سوئفٹ پرندوں کی زندگی بھی طویل ہوتی ہے اور ایک پرندہ اوسطاً 20 سال تک زندہ رہتا ہے۔ ان کے مسلسل سفر کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ الپائن سوئفٹ اور عام ابابیل، دونوں پرندے ہی اپنی 20 سالہ زندگی میں اتنے فاصلے تک پرواز کر لیتے ہیں جو چاند تک آنے اور جانے کے 7 چکروں جتنا طویل ہوتا ہے۔